رسائل و مسائل

جہاد یا فساد؟

گذشتہ دنوں ایک کیسٹ سننے کو ملی جس میں کہا گیا ہے کہ جہاد بغیر اقتدار کے نہیں ہو سکتا۔ جہاد کے لیے اقتدار لازمی شرط ہے۔ اقتدار کے بغیر جہاد نہیں فساد ہوتا ہے۔ اس کی مثال اس طرح دی گئی کہ مکہ میں نبی کریمؐ پر اور ان کے ساتھیوں پر ظلم ہوتے رہے لیکن آپؐ نے جہاد کے لیے حکم نہیں دیا۔ البتہ مدینہ جا کر جب حکومت بنا لی اور اقتدار مل گیا تب جہاد کیا۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ کے ساتھ پوری قوم تھی لیکن انھوں نے فرعون کے خلاف جہاد کا اعلان نہیں کیا بلکہ سیاسی طور پر اپنے مطالبات اس کے سامنے رکھے اور منوائے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر چڑھا دیا گیا لیکن انھوں نے جہاد کے لیے نہیں پکارا۔ موجودہ دور میں افغانستان کی مثال ہے کہ جب تک حکومت پاکستان اس جہاد کی پشت پناہی کرتی رہی' اس کے ثمرات اچھے تھے لیکن جب حکومت پاکستان نے اس کی پشت پناہی چھوڑ دی تو وہ فساد بن گیا۔ اسی طرح جہاد کشمیر اور جہاد فلسطین ہے۔ وہاں جو اتنے لوگوں پر ظلم ہو رہا ہے' عورتوں کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے' یہ سب اسی وجہ سے ہے کہ جہاد کی پہلی شرط یعنی "اقتدار" پوری نہیں کی گئی۔ آپ سے گزارش ہے کہ کچھ رہنمائی فرمائیں تاکہ ذہن مطمئن ہو سکے۔

اصل جواب سے پہلے ان بنیادوں کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے جن پر جہاد و قتال فی سبیل اللہ کا مدار ہے۔ اگر وہ بنیادیں پائی جائیں تو جہاد نہ صرف جائز بلکہ فرض شمار ہوتا ہے اور نہ پائی جائیں تو جہاد شرائط پورا کرنے تک ملتوی ہوتا ہے۔ وہ بنیادیں درج ذیل ہیں:

(۱) جہاد اور قتال فی سبیل اللہ بلاشبہ اس لیے ہوتا ہے کہ انسانوں کے "تشریعی" اقتدار کو ختم کر کے اللہ تعالیٰ کا تشریعی اقتدار قائم کیا جائے۔ لہٰذا یہ جہاد اور قتال فی سبیل اللہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک ساری روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کا اقتدار قائم نہ کر دیا جائے۔

(۲) جہاد کا مقصد جب اللہ کا تشریعی اقتدار قائم کرنا ہے تو پھر ضروری ہے کہ یہ جہاد و قتال وہ شخص یا گروہ کرے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے تشریعی اقتدار کو قائم کرنے کے لیے نامزد کیا ہو اور اس کے اقتدار کو اپنا اقتدار قرار دیا ہو۔

(۳) وہ شخص نبی اور اس کی امت ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اپنا اقتدار زمین پر قائم کرتا ہے۔ وہ اپنا حکم نہیں بلکہ اللہ کا حکم چلاتے ہیں اور کوئی ایسا قانون نافذ نہیں کرتے اور کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاتے جو اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی، رسول اور نامزد حکمران ہیں اور آپؐ کے بعد آپؐ کی امت آپؐ کی نائب ہے اور اس امت کو آپؐ کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے۔ یہ امت جہاد کرے گی تا آں کہ ساری روئے زمین پر اللہ کا دین غالب ہو جائے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹا تو میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھا اور میری امت کا اقتدار ان تمام حصوں تک پہنچے گا جو مجھے سمیٹ کر دکھائے گئے (یعنی ساری روئے زمین تک کہ سب آپ کو دکھائے گئے)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے جَوَامِعُ الْکَلِم (کتاب و سنت) کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور میری مدد رعب سے کی گئی ہے۔ میں سویا تھا کہ اس دوران میں مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ چلے گئے اور تم لوگ (یعنی مسلمان) ان خزانوں کو نکال رہے ہو" (بخاری)۔ مطلب یہ ہے رسول اللہؐ کو زمین کا جو اقتدار دیا گیا ہے، ابوہریرہؓ کے دور میں صحابہ کرامؓ کے ذریعے پایہ تکمیل کی طرف بڑھتے ہوئے قرب قیامت سے پہلے نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دور میں پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔

(۱) ان اصولوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ جہاد فرض ہے اور اس فرض کو عملی جامہ پہنایا جائے گا تاکہ اس کے نتیجے میں کفر اور کفار کا اقتدار ختم ہو اور اسلام اور مسلمانوں کا اقتدار قائم ہو، چاہے جہاد کرنے والے حکمران ہوں یا نہ ہوں۔ لہٰذا نہ صرف کشمیر و فلسطین کی آزادی بلکہ ساری دنیا کو عملاً اسلام کے لیے مسخر کرنے کی خاطر جہاد فرض ہے۔ یہ کہنا کہ جہاد کے لیے ضروری ہے کہ جہاد کرنے والے برسراقتدار ہوں، ایک لغو، لایعنی اور تاریخ اسلام سے ناواقفیت پر مبنی بات ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے مقابلے میں اس لیے قتال نہیں کیا کہ بنی اسرائیل ابھی قتال کے قابل نہ ہوئے تھے بلکہ انھیں جب قتال کا حکم دیا گیا تو انھوں نے جواب دیا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ اور حضرت عیسیٰؑ تو رسولاً الیٰ بنی اسرائیل تھے اور مسلمانوں کے لیے آنے والا رسول گمراہ مسلمانوں سے قتال نہیں کیا کرتا جیسے کہ آج کل مسلمان ممالک میں، مسلمانوں میں دعوت و تبلیغ کے ذریعے انقلاب برپا کیا جائے گا، قتال کے ذریعے نہیں، الا یہ کہ الجزائر کی طرح لوگوں پر تلوار سونت لی جائے تو پھر انھیں دفاع کا حق حاصل ہو گا اور وہ جواباً اپنی حفاظت کی خاطر ظالم گروہ کے خلاف تلوار اٹھا سکیں گے۔ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں یہ کہنا کہ انھیں سولی پر چڑھایا گیا۔ قرآن پاک کی نص صریح وَمَا صَلَبُوْهُ "انھوں نے اسے سولی پر نہیں لٹکایا" کے خلاف ہے اور حضرت

عیسیٰؑ کی توہین کے علاوہ یہودیوں کی تائید ہے۔ اللہ اس قسم کی ناپاک جسارت سے اپنی پناہ میں رکھے۔ مکہ میں جہاد و قتال اس لیے نہیں کیا گیا کہ وہاں معاشرہ مخلوط تھا' مسلمانوں اور کفار کی آبادی علیحدہ نہ تھی' ایک ہی گھر میں ایک شخص مسلمان اور دوسرا کافر تھا' ایسی صورت میں اگر جنگ کا حکم ہوتا تو تحریک کو کچل کر رکھ دیا جاتا اور اس کا نام و نشان ختم ہو جاتا اور اسلام اور مسلمانوں کی اخلاقی ساکھ ختم ہو کر رہ جاتی۔ وہ اخلاقی خوبیاں جن کی بنا پر کسی تحریک' جماعت اور قوم کی قدر و منزلت قائم ہوتی ہے وہ بھی پامال ہوتیں اور تحریک میں کشش باقی نہ رہتی۔ وہ بنیادی اخلاق اور خوبیاں جن کی وجہ سے تحریک میں کشش تھی' یہ تھیں: انسانوں کو ان کا حقیقی مقام دلوانا' ظلم کا خاتمہ' یتیموں کی خدمت' بیواؤں کی اعانت' مسکینوں کی دیکھ بھال' بے سہارا لوگوں کو سہارا دینا' صلہ رحمی' مہمان نوازی' سچائی' پاک دامنی اور عدل و انصاف کا قیام۔ مکہ میں اگر جنگ برپا ہوتی تو پھر دنیا کے سامنے تحریک کا جو نقشہ آتا وہ کیا ہوتا؟ صلح حدیبیہ کے بعد ہرقل کے دربار میں جب ابوسفیانؓ سے پوچھا گیا کہ آپؐ کی دعوت کیا ہے تو انھوں نے جواب دیا' "یامرنا بالصدق والصلٰوۃ والعفاف" وہ ہمیں سچائی' نماز اور پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں۔ مکہ میں اگر جنگ ہوتی تو پھر یہ جواب ہو سکتا تھا؟ اگر معاشرہ مخلوط نہ ہو تو بغیر اقتدار کے بھی جہاد کیا جائے گا۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بغیر اقتدار کے لوگوں نے جہاد کیا لیکن آپ نے اسے فساد قرار نہیں دیا۔ صلح حدیبیہ کے بعد ابوبصیر اور ان کے ساتھی اس نوع کی آزمایش سے دوچار ہوئے کہ وہ نہ مکہ میں رہ سکتے تھے اور نہ مدینہ کی اسلامی حکومت انھیں قبول کر سکتی تھی۔ ایسی صورت میں انھوں نے ساحل سمندر کے کنارے اپنا الگ مرکز قائم کیا جہاں سے وہ جہاد کرتے رہے تا آں کہ مشرکین قریش صلح حدیبیہ میں عائد کردہ شرط "جو مسلمان ہو کر مدینہ جائے گا اسے ہمارے پاس بھیجیں گے" کو واپس لینے پر مجبور ہو گئے۔

ابوبصیر اور ان کے ساتھیوں نے جو جہاد کیا اس کے جائز ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں۔ ہم سوال کرتے ہیں کہ کیا ان کے پاس حکومت تھی؟ اور کیا وہ رسول اللہؐ اور کفار قریش کے مقابلے میں ایک تیسری حکومت قائم کر رہے تھے؟ اگر نہیں تو کیا رسول اللہؐ نے ان کے اس جہاد کو فساد قرار دیا؟ ظاہر ہے کہ تمام سوالوں کا جواب نفی میں ہے۔ نبیؐ اور صحابہ کرامؓ کی دلی ہمدردیاں ابوبصیر اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ تھیں لیکن صلح حدیبیہ کی رو سے آپ ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے باوجود ابوبصیر اور ان کے ساتھیوں نے جہاد کا سلسلہ جاری رکھا کیونکہ وہ کفار کو اس طرح نشانہ بنانے کی پوزیشن میں تھے کہ اس کی زد میں کوئی بے گناہ مسلمان نہ آئے اور ان کے جہاد کے نتیجہ میں کفار کو نقصان پہنچے اور وہ پریشان اور کمزور ہوں۔ ان کا یہ مقصد پورا ہو گیا اور کفار قریش نے مجبور ہو کر صلح حدیبیہ کی اس شرط کو جو انھوں نے لگائی تھی ازخود ختم کرنے کی درخواست کی۔ اس سے ہمیشہ کے لیے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مسلمان کفار کی طرف سے کسی

مشکل میں پھنس جائیں اور مسلمان حکومتیں ان کی مدد نہ کر سکیں تو وہ اپنی مشکل کو حل کرنے کے لیے کفار کے خلاف وقت اور حالات کی مناسبت سے کوئی فیصلہ کر سکتے ہیں حتیٰ کہ مسلح جہاد بھی کر سکتے ہیں۔ اس جہاد میں صرف ایک ہی شرط ہے کہ اس کے نتیجے میں ایسے لوگوں کی خونریزی نہ ہو جو کفار کے ظلم و جبر میں شریک اور ان کے حامی و مددگار نہ ہوں۔ صادق الایمان لوگوں کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔ سورۃ فتح (آیت ۵۲) میں ہے "اور اگر مکہ میں اہل ایمان نہ ہوتے تو کافروں کو ہم دردناک سزا دیتے"۔ افغانستان' کشمیر' فلسطین' بوسنیا' اراکان میں جو جہاد ہوا ہے یا ہو رہا ہے' اس کے بارے میں مذکورہ تمام بنیادیں تقاضا کرتی ہیں کہ کفار کے زیر قبضہ ممالک میں جاری جہاد صحیح ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ ہمارے فقہا کو جزائے خیر دے۔ انھوں نے کسی بھی معاملے میں علمی خلا نہیں چھوڑا۔ تمام فقہاے اسلام نے بالاتفاق فتویٰ جاری کر دیا ہے کہ جو علاقہ ایک مرتبہ دارالاسلام بن گیا ہو' پھر اس کے بعد کفار اس پر چڑھائی کر لیں تو علاقے کے تمام لوگوں' مردوں اور عورتوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ اگر وہ مقابلے کے لیے کافی نہ ہوں تو پھر ساتھ والوں پر بھی یہ جہاد فرض ہو جاتا ہے اور اس طرح سے اگر سارے عالم اسلام کی فوج اور افراد اور مادی قوت کے بغیر دفاع ممکن نہ ہو تو سارے عالم اسلام پر اس ملک کا دفاع فرض ہو جاتا ہے۔ اگر کفار کسی مسلم علاقے پر غاصبانہ قبضہ کر لیں تو پھر آزادی حاصل کرنے کے لیے اسی ترتیب سے جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ قرآن و حدیث اور فقہی مصادر کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں کہ "یہ حفاظت دین اور مدافعت دیار اسلام کا حکم ایسا سخت ہے کہ جب کوئی قوت اسلام کو مٹانے اور اسلامی نظام کو فنا کرنے کے لیے حملہ آور ہو تو تمام مسلمانوں پر فرض عین ہو جاتا ہے کہ سب کام چھوڑ کر اس کے مقابلے پر نکل آئیں اور جب تک اسلام اور اسلامی نظام کو اس خطرے سے محفوظ نہ کر لیں اس وقت تک چین نہ لیں۔ چنانچہ فقہ کی تمام کتابوں میں یہ حکم موجود ہے کہ جب دشمن دارالاسلام پر حملہ کرے تو ہر مسلمان پر فرداً فرداً دفاع کا فرض ایسی قطعیت کے ساتھ عائد ہو جاتا ہے جیسے نماز اور روزہ۔ فقہ کی مشہور کتاب بدائع الصنائع میں لکھا ہے: "مگر جب اعلان عام ہو جائے کہ دشمن نے ایک اسلامی ملک پر حملہ کر دیا ہے تو پھر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور ہر مسلمان پر جو جہاد کی قدرت رکھتا ہو فرداً فرداً اس کی فرضیت عائد ہوتی ہے۔ نفیر عام ہونے کے بعد تو ادائے فرض کا حق بغیر اس کے پورا ہوتا ہی نہیں کہ سب کے سب جہاد کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ اس وقت وہ سب مسلمانوں پر فرض عین ہو جاتا ہے جیسے روزہ اور نماز۔ پس غلام کو بغیر آقا کی اجازت کے اور عورت کو بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے نکلنا چاہیے کیونکہ ان عبادات میں جو فرض عین ہیں' غلام اور بیوی کی خدمات' آقا اور شوہر کی خدمات سے مستثنیٰ ہیں جیسے نماز اور روزہ۔ اسی طرح بیٹے کے لیے مباح ہو جاتا ہے کہ وہ بغیر والدین کی اجازت کے نکل کھڑا ہو کیونکہ روزہ' نماز جیسی فرض عبادات ہیں ان پر والدین کا حق اثر انداز نہیں ہو سکتا" (جلد ۲' ص

۹۸)۔ بان ھجم العدو وعلی بلد کے الفاظ صاف طور پر بتا رہے ہیں کہ یہ فرضیت عینیہ صرف اسی صورت پر موقوف نہیں ہے کہ خاص مذہبی جذبے سے متاثر ہو کر کوئی قوم اسلام کو مٹا دینے پر آمادہ ہو جائے بلکہ حکومت اسلامیہ اور دیار اسلام پر یہ غاصبانہ حملے کے مقابلے میں مدافعت اسی قطعیت کے ساتھ فرض ہے۔ اسلام میں مسلمانوں کی زندگی کے لیے حریت و استقلال سب سے زیادہ ضروری چیز ہے۔ اپنی آزادی کھو دینے کے بعد صرف یہی نہیں کہ مسلمانوں میں انسانیت کی اس اعلیٰ خدمت کو ادا کرنے کی قوت باقی نہیں رہتی جسے ادا کرنے کے لیے وہ پیدا کیے گئے ہیں بلکہ وہ اپنے شرعی نظام کو قائم رکھنے کے قابل بھی نہیں رہتے جس پر ان کی مذہبی زندگی کا دارومدار ہے۔ اس لیے اسلامی حکومت اور اسلامی قومیت پر حملہ کرنا دراصل عین اسلام پر حملہ کرنا ہے اور خواہ کسی دشمن کا مقصد اسلام کو مٹانے کا نہ ہو، بلکہ محض مسلمانوں کی سیاسی قوت ہی کو مٹانا ہو، تب بھی اس سے جنگ کرنا مسلمانوں کے لیے ویسا ہی فرض ہو گا جیسے کہ اسلام کو مٹانے والے سے جنگ کرنا ہے۔ اسی وجہ سے صرف اس شہر یا اس ملک ہی کے مسلمانوں پر دفاع کا فرض عائد نہیں کیا گیا جس پر حملہ کیا گیا ہو بلکہ اگر وہ اپنی مدافعت سے عاجز ہوں تو روئے زمین کے تمام مسلمانوں پر لازم کر دیا گیا ہے کہ وہ ملک یا شہر کے مسلمانوں کو غلبہ اعدا سے بچائیں جیسا کہ صاحب بدائع الصنائع کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ **یفترض علی کل واحد من احاد المسلمین** اور **لا یتحقق القیام بہ الا بالکل**۔ صاحب نہایہ نے ذخیرہ سے اسی کی تفصیل ان الفاظ میں نقل کی ہے: "پھر ان لوگوں پر جو ان سے قریب ہوں، پھر ان پر جو ان سے قریب ہوں یہاں تک کہ از شرق تا غرب تمام اہل اسلام پر اسی تدریج کے ساتھ فرض ہوتا چلا جاتا ہے"۔

ان صورتوں کو نقل کرنے کے بعد مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں: "اسلام میں دفاع کے اس اہم فرض کی جو حیثیت ہے اس کا اندازہ صرف اسی سے نہیں ہوتا کہ اسے ایک عبادت اور فرض عین کا درجہ دیا گیا ہے اور اس کی فضیلت نماز روزے سے بھی زیادہ بتائی گئی ہے۔ بلکہ سورۃ توبہ کی ان آیات سے جو غزوہ تبوک کے بارے مین نازل ہوئی ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی قوت اسلام اور مسلمانوں کے استقلال قومی کو مٹانے کے لیے حملہ آور ہو اور نفیر عام ہو جائے تو اس وقت یہ ایمان کے صدق و کذب کی کسوٹی بن جاتا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں کے متعلق جنھوں نے رومیوں کی زبردست طاقت و سلطنت کے مقابلے پر حفاظت اسلام کے لیے جنگ میں جانے سے جی چرایا تھا اور جن کی ایمانی کمزوری کو دیکھ کر آنحضرتؐ نے انھیں گھر بیٹھے رہنے کی اجازت دے دی تھی، یہ فرمایا گیا: اے محمدؐ خدا تمھیں معاف کرے تم نے انھیں کیوں گھر بیٹھ رہنے کی اجازت دے دی، تمھیں چاہیے تھا کہ اجازت نہ دیتے تاکہ تم پر وہ لوگ بھی ظاہر ہو جاتے جو سچے ہیں اور ان کا حال بھی معلوم ہو جاتا جو جھوٹے ہیں، وہ لوگ جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور جنھیں یوم قیامت کے آنے کا یقین ہے، تم سے ہرگز رخصت نہ مانگیں گے کہ اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد نہ کریں۔ اللہ ان متقیوں

سے خوب واقف ہے، یہ رخصت تو تم سے وہی لوگ طلب کریں گے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخرت کے آنے کا یقین، ان کے دلوں میں شک پڑ گیا ہے۔ اس لیے وہ اپنے شک ہی (میں متردد) ہو رہے ہیں (التوبہ ۳۴ تا ۵۴) (الجہاد فی الاسلام، ص ۶۱ تا ۶۵)۔

پس کشمیر اور دوسرے ممالک کو، جن پر کفار نے غاصبانہ قبضہ کیا ہے، اس اصول کی بنا پر کہ وہ مسلمان ممالک ہیں جن پر کفار نے قبضہ کیا ہوا ہے اور جو ممالک ایسے ہوں انھیں جہاد کے ذریعے آزاد کروانا درجہ بدرجہ تمام لوگوں پر فرض ہوتا ہے، کی بنا پر آزاد کروانا اولاً کشمیری مسلمانوں پر اس کے بعد پاکستان، اس کے بعد دوسرے ممالک اور ضرورت پڑے تو سارے عالم اسلام پر فرض ہے۔ اب اگر پاکستان اور عالم اسلام اپنی بزدلی، کمزوری، نااہلی اور حکمرانوں کی لادینیت کی وجہ سے کشمیر اور دوسرے مقبوضہ مسلمان ممالک کو آزاد کرانے کے لیے جہاد میں حصہ نہیں لیتے اور کشمیری مسلمان اپنے حالات کے مطابق جرات اور شجاعت اور شہادت کی داستانیں رقم کر رہے ہیں، تو لادین حکمرانوں سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر فقہا کے مقابلے میں علم کے کچھ دعویدار لوگ ان کے جہاد کو فساد قرار دے رہے ہیں اور بلا علم و تحقیق جہاد کو فساد قرار دے کر مجاہدین کی پیٹھوں میں خنجر گھونپ رہے ہیں۔

(۳) مسلمان ملک کی آزادی کے لیے جہاد کی ضرورت کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی رہنمائی ملتی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ بھی شہید ہے جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہو گیا وہ بھی شہید ہے اور جو اپنے گھر کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا تو وہ بھی شہید ہے" (کنز العمال)۔

جہاد کشمیر کو فساد قرار دینے والوں سے پوچھیے کہ اگر ان کے گھر پر ڈاکو حملہ کر دیں، یا ان کے گھر پر غاصبانہ قبضہ کر لیں تو کیا گھر کے دفاع یا گھر کو ڈاکوؤں سے آزاد کرانے کے لیے طاقت استعمال کرنا فساد ہو گا؟ کیا صرف اسلام آباد کے قصر صدارت اور وزارت یا اسی طرح حکمرانی کے مناصب پر فائز لوگ ہی اپنے دفاع کا حق رکھتے ہیں یا ہر آدمی اپنے دفاع کا حق رکھتا ہے؟ ظاہر بات ہے کہ اپنے گھر کی حفاظت اور آزادی صرف اقتدار اور اہل اقتدار کا حق نہیں بلکہ ہر آدمی کا حق ہے۔ اس طرح ہر ملک کے باشندوں کا حق ہے کہ وہ اپنے ملک پر دوسروں کو قبضہ نہ کرنے دیں۔ کیا انگریزوں کے خلاف جہاد اور تحریک آزادی فساد تھا؟ برصغیر کی تقسیم کی تو بنیاد ہی یہ اصول تھا کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، وہ مسلمانوں کے ہیں اور جن علاقوں کی اکثریت ہندو ہے، وہ ہندوؤں کے ہیں۔ بھارت نے اس اصول کو نظرانداز کر کے کشمیر پر طاقت کے زور سے قبضہ کر لیا اور جب جہاد کے ذریعے اسے آزاد کرانے والے جہادی دستے سری نگر تک پہنچ گئے اور قریب تھا کہ کشمیر فتح ہو جاتا تو بھارت نے اقوام متحدہ کے ذریعے جنگ بند کروا دی۔ اقوام متحدہ نے قرارداد پاس کی کہ کشمیر میں اس کی زیرنگرانی رائے شماری ہو گی۔ بھارت نے اس قرارداد کو وقتی طور پر مان لیا، لیکن

اس نے بتدریج اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بھارت کا حصہ بنالیا' اسے اپنا اٹوٹ انگ قرار دے دیا اور رائے شماری سے منکر ہوگیا۔ بھارت منکر ہے اور اقوام متحدہ منافقت کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ ایسی صورت میں اس کے سوا کیا چارہ رہ جاتا ہے کہ حق دار اپنے زور بازو سے اپنا حق حاصل کرے۔ ایسی صورت میں بھارت غاصب ممالک یا اقوام متحدہ کیا اخلاقی جواز رکھتے ہیں کہ وہ ان جہادی تحریکوں کی مخالفت کریں۔ اگر بھارت اور امریکہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر ناحق کو حق اور حق کو ناحق قرار دینے میں لگے ہوئے ہیں تو پھر مسلمانوں کے لیے اس کے سوا اور کون سی راہ ہے کہ وہ بھی طاقت کے استعمال کا راستہ اختیار کریں۔

(۴) اب تو ساری دنیا قوموں کے حق آزادی کو تسلیم کر رہی ہے اور اس کے لیے تحریک چلانے اور قوت استعمال کرنے کو جائز قرار دے رہی ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ افغانستان نے روسی فوجوں کے غاصبانہ قبضے سے افغانستان کو آزاد کرانے کے لیے جہاد شروع کیا تو صرف دنیاے اسلام نہیں بلکہ ساری دنیا نے اس جہاد کو سراہا اور اس کی مالی اور اخلاقی مدد کی۔

(۵) نبیؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنی امت کے حق میں تین دعائیں فرمائی ہیں جن میں سے دو قبول ہو گئیں اور ایک قبول نہ ہوئی۔ پہلی دعا یہ ہے کہ پروردگار میری امت کو بھوک اور اسی طرح کی آفات سماویہ کے ذریعے ہلاک نہ کرنا' اللہ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔ دوسری یہ کہ پروردگار میری امت پر باہر کے دشمنوں کو مسلط نہ کر دینا' میری یہ دعا بھی قبول ہو گئی۔ تیسری دعا یہ کی کہ پروردگار وہ آپس میں باہم دست و گریباں نہ ہوں' اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول نہ کی۔

جب آپ کی یہ دعا قبول ہو گئی کہ آپ کی امت پر ان کا دشمن مسلط نہ ہو' تو اس کی یہی صورت ہو گی کہ اولاً کفار مسلمان ملکوں پر قبضہ نہ کر سکیں گے۔ لیکن بالفرض قبضہ کر لیا تو اسے زیادہ عرصے تک قائم نہ رکھ سکیں گے۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ مقبوضہ علاقوں کے مسلمان آزادی کی اور جہادی تحریکیں برپا کریں اور جان و مال کی قربانیاں دے کر آزادی حاصل کریں۔ اگر نیم ملا قسم کے لوگوں کے فتووں کی عمل داری ہوتی یا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا راج ہوتا تو پھر مسلمان انگریز اور ہندوؤں کے سایے تلے زندگی بسر کر رہے ہوتے اور غلامی کا طوق ان کی گردنوں کی زینت ہوتا۔ لیکن پہلے اللہ کے فضل سے ایسا نہیں ہوا اور ان شاء اللہ آیندہ بھی نہیں ہو گا۔ پہلے بھی مسلمانوں نے جہاد کی آواز پر لبیک کہا اور آیندہ بھی لبیک کہتے رہیں گے تا آں کہ دنیا میں اسلام غالب ہو جائے اور اللہ کا دین ساری دنیا کا دین بن جائے (آمین)۔

ان پانچ وجوہ سے جہاد کشمیر اور دوسری جہادی تحریکیں نہ صرف جائز ہیں بلکہ وہ اسلام اور اس دور کا تقاضا اور خصوصیت ہیں۔ اسے فساد قرار دینے والے لوگ اسلام اور اس تقاضے کو نہیں سمجھ سکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اپنی صلاحیتوں کو منفی کاموں کی بجائے مثبت طور پر استعمال کرنے کی توفیق دے اور کتاب و سنت اور اجماع امت کی راہ سے ہٹ کر چلنے سے بچائے (آمین) (مولانا عبدالمالک)۔